’’زبان، اُسلوب اور اُسلوبیات‘‘۔ ایک جائزہ

ڈاکٹر محمد اشرف کمال [1]٭ ڈاکٹر شیر علی**

Abstract:

"Mirza Khaleel Ahmed Beg is a well-known figure of linguistic critic. He has written a number of books about language, linguistic and stylistic readings of literature.

The book of Mirza Khaleel Ahmed Beg "Zaban Usloob Aur Usloobiyat" is important in the field of scientific analysis of literature, because stylistic analysis is the part of scientific analysis. Stylistics is considered a branch of linguistics.

This book have different examples of practical criticism in the field of stylistic and literary studies on Meer, Ghalib, Anees, fani and other many writers."

سائنسی نظریات کے حوالے سے جب ہم کسی ادبی فن پارے کی بات کرتے ہیں تو زبان وبیان اور قواعد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس ادب پارے کے اسلوب اور اندازِ تحریر پر بات ضروری تصور کی جاتی ہے۔ اس حوالے سے اسلوبیات کا علم سائنسی انداز میں ہمیں فن پارے کی پرتیں کھولنے میں مدد دیتا ہے ۔اسی وجہ سے بیسیوں صدی میں ادب کا تجزیہ اسلوبیاتی بنیادوں پر کرنے کی روایت نے جنم لیا۔دوسری زبانوں کی طرح اُردو میں اُسلوبیاتی جانچ پرکھ کے امکانات کو وسعت ملی۔ اس حوالے سے مرزا خلیل احمد بیگ کا کام بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔

مرزا خلیل احمد بیگ نے اردو ادب کو لسانی حوالے سے تجزیہ کرنے کی روایت ڈالی اور اُردو میں ادبی اُسلوب سے آگے بڑھ کر اسلوبیات کے خدو خال کو اجالنے کا فریضہ انجام دیا۔ انھوں نے اسلوبیات کو اسلوبی خصائص کو نشان زد کرنے کا نام دیا۔اسلوبیات کے حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

> ’’ادبی فن پارے کا اسلوبیاتی مطالعہ معروضی، توضیحی اور تجزیاتی ہوتا ہے۔ یہ روایتی ادبی تنقید کی طرح داخلی ، تاثراتی اور تشریحی نہیں ہوتا۔ ‘‘(1)

اسلوبیاتی مطالعے میں صوتی تجزیے کے ساتھ ساتھ قواعدی تصویر Grammatical Picture کو بہت اہمیت دی جاتی ہے اور اس میں نارم یعنی زبان کے مروجہ اصولوں سے اجتناب کا بھی مطالعہ کیا جاتا ہے۔نارم سے مراد زبان کا مقررہ ضابطہ ، طے شدہ قواعد واصول اور مقررہ معیار کی خلاف ورزی کرنا ہے۔

نوام چومسکی نے تخلیقی بلکہ خود کو" زندہ رکھنے والے گرامر"کا نظریہ پیش کیا اور بدلتی ہوئی زبان کے نئی جمالیاتی اور تصوراتی فریم ورک سے خوبصورت اظہار کی ایک ایسی پوشیدہ دنیا تلاش کی کہ اس کی ذات میں جدت پسندی اور روایت دوستی مدغم ہوتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔(2)زبان دراصل آوازوں اور ان کے نشانات یعنی الفاظ پر مشتمل ہے ۔ ادبی تخلیق میں انھیں الفاظ اور آوازوں کو اسلوبیاتی سطح پر پرکھا جاتا ہے۔

مرزا خلیل احمد بیگ نے زبان ، لسانیات ، اسلوبیات اور تنقید کے حوالے سے اُردو میں کئی کتابیں اور تحریریں قارئین کے مطالعے کے لیے پیش کی ہیں۔ مرزا خلیل احمد بیگ کی یہ کتاب "زبان اسلوب اور اسلوبیات" 1983ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب زبان اور اسلوب کے حوالے سے مختلف

---

[1]صدر شعبہ اردو،گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج بھکر
** چیئرمین شعبہ اُردو، الحمد اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

موضوعات کا احاطہ کرتی نظر آتی ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے ادب وتنقید اور لسانیات کے ساتھ ساتھ ادبی مطالعات پر بھی بحث کی ہے۔

اس کتاب کا پیش لفظ بھی اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے جسے ماہرِ لسانیات پروفیسر مسعود حسین خاں نے تحریر کیا ہے۔انھوں نے اس پیش لفظ کا آغاز حرف کی مرکزی حیثیت کے حوالے سے کیا ہے ۔

''جدید لسانیات کا ادب پر اطلاق پہلی بار اسِ صدی (20 ویں صدی) کے پانچویں دہے سے شروع ہوا ہے جب بلوم فیلڈ نے اس علم کو سائنس کا مرتبہ دے دیا۔'' (3)

لسانیات کے حوالے سے جو پہلی جماعت تیار ہوئی اس میں مغنی تبسم کے بعد مرزا خلیل احمد بیگ کے بارے میں مسعود حسین خاں لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ لسانیات کی پہلی جماعت کی پیداوار ہینچوں کہ وہ انگریزی میں بھی ایم اے تھے اس لیے انھیں اپنے ساتھیوں پر یہ فوقیت حاصل تھی کہ ان کے یہاں 'ذوق' اور 'علم' ہم دگر تھے اور وہ دونوں کا حق بخوبی ادا کرسکتے تھے۔۔۔انھوں نے لسانیات کی تعلیم باقاعدہ حاصل کی ہے؛ وہ زبان کی ساخت کی ہر سطح سے 'چاہے وہ صوتیات ہو یا صرف، نحو ہو یا معنیات، بخوبی واقف ہیں اور اس کے مختلف نظریات پر بھی اچھی گرفت رکھتے ہیں۔''(4)

ادب کے حوالے سے معنی کو ماورائے لسانیات قرار دیتے ہوئے وہ لسانیات کے اطلاق میں احتیاط برتنے کی تلقین کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ادب'گنجینۂ معنی کا طلسم' ہوتا ہے۔ زبان کو "حرفِ نیش دار "بنانے میں

ع "دیکھیں کیا گذرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک' '

کی سی کیفیت پائی جاتی ہے ۔صوت ومعنی کے رشتے میں دراصل وہی 'ثنویت' موجود ہے جو جسم وجان یا مادّہ اور توانائی کے باہمی ربط میں ملتی ہے ۔دونوں علم کی مدد سے ایک 'واحدیت' میں تبدیل ہوتے جارہے ہیں۔"(5)

اس کتاب کو پیش لفظ اور دیباچہ کے بعد درج ذیل سات حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ اَدَبی مطالعہ وتنقید اور لسانیات
۲۔ شعری اسلوب کا صوتیاتی مطالعہ (دو اُردو نظمیں)
۳۔ رشید احمد صدیقی کا اسلوب (مرکبات عطفی کا مطالعہ وتجزیہ)
۴۔ اختر انصاری کی طویل نظم "وقت کی بانہوں میں" (ایک اسلوبیاتی مطالعہ)
۵۔ فیض کی شعری اسلوبیات (تسلسلِ بیان اور معنیاتی وحدت)
۶۔ اُسلوبیات (ادبی مطالعہ وتنقید کی ایک نئی جہت)
۷۔ اُسلوب (تعریف، توضیح اور تشکیل)

کتاب کے آخر میں اشخاص کے حوالے سے اشاریہ بھی دیا گیا ہے۔

اس کتاب کے پہلے حصے میں اَدَبی مطالعہ وتنقید اور لسانیات کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔انھوں نے زبان کے حوا لے سے بات کرتے ہوئے لسانیات اور اسلوبیات کے تعلق کو واضح کیا ہے۔وہ ڈی ساسر کے نظریات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''زبان ایک پیچیدہ عمل ہے ۔ اس کے پیچ در پیچ ڈھانچے کی توضیح میں ایک ماہرِ لسانیات کو معروضی (objective) نقطۂ نظر اور صریحی (explicit) اندازِ فکر اختیار کرتا ہے اور اس کے تجزیہ وتحلیل میں وہ جس طرح اپنا سر کھپاتا ہے اسے ایک خالص ادبی اسکالر کبھی نہیں سراہ سکتا۔ وہ ان چیزوں کو ادب کے مطالعہ وتنقید کے لیے بے جا تصور کرتا ہے۔انھیں بھدے اور بھونڈے پن سے تعبیر کرتا ہے۔''(6)

مرزاخلیل بیگ موجودہ دور میں لسانیات اور ادبی مطالعہ وتنقید میں اختلافات پیدا ہوچکے ہیں اور پہلے کی نسبت آج ان دونوں میں جو دورنگی پائی جاتی ہے وہ اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔پہلے

دونوں علوم باہم مل جل کر کام کرتے تھے۔اس حوالے سے وہ آر ڈبلیو چیمبرز اور سی .ایس. کوئِس جیسے عظیم اسکالروں کے کارناموں کا ذکر بھی کرتے ہیں کہ وہ دونوں علوم میں دسترس رکھتے تھے۔

انھوں نے اس میں لسانیات کے شعبہ صوتیات کو علم قطعیہ(Exact Science) کہا ہے۔[7]

گوپی چند نارنگ اسلوبیات کو وضاحتی لسانیات کی شاخ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اسلوبیات وضاحتی لسانیات(Descriptive Linguistics) کی وہ شاخ ہے جو ادبی اظہار کی ماہیت، عوامل اور خصائص سے بحث کرتی ہے اور لسانیات چونکہ سماجی سائنس ہے اس لیے اسلوبیات اسلوب کے مسئلے سے تاثراتی طور پر نہیں ، بلکہ معروجی طور پر بحث کرتی ہے، نسبتاً قطعیت کے ساتھ اس کا تجزیہ کرتی ہے اور مدلل سائنسی صحت کے ساتھ نتائج پیش کرتی ہے۔''[8]

جب کہ مرزا خلیل احمد بیگ نے اپنی کتاب میں اُسلوبیات کو اطلاقی لسانیات کی شاخ قرار دیا:

''اسلوبیات اطلاقی لسانیات کی وہ شاخ ہے جس میں ادبی اسلوب ، نیز زبان کے ادبی وجمالیاتی استعمال کا لسانیاتی (سائنسی) نقطۂ نظر سے مطالعہ کیا جاتا ہے۔''[9]

اس صدی کی تیسری دہائی کے حوالے سے انھوں نے ولیم ایمپسن اور رچرڈز کی بات بھی کی جنھوں نے ادبی مطالعات میں زبان کی ساخت کو اہمیت دی۔انھوں نے لیواسپٹزر،رومن جیکب سن، چارلز بیلی، ژاں مکاروِوسکی، کارل ووسلر، تروتبزکوائے، ایم وائن گارت،کے .بوہلر،اور اے مارتی جیسے ماہرین لسانیات کا ذکر بھی کیا۔ ان ماہرین لسانیات میں سے مکاروِوسکی نے اسلوبیات کے میدان کو بطور خاص اپنایا۔ ایڈورڈ سپیر، فرنیز بُواز،آسٹن ویرن اور رینے ویلک کے نام بھی اسلوبیات کے حوالے سے اہمیت کے حامل ہیں۔مرزا خلیل احمد بیگ نے 1921ء میں امریکہ سے شائع ہونے والی سپیر کی کتاب Language کا ذکر بھی کیا ہے۔وہ ادب اور زبان کے باہمی تعلق کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ادب میں کارفرما لسانی عوامل پر ویلک اور ویرن نے بار بارزور دیا ہے۔ ادب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ ایک لسانیاتی فن(Linguistic art) ہے۔ ادب زبان کو اپنے وسیلۂ اظہار کے طور پر استعمال کرتا ہے۔زبان کی حیثیت ایک خام مواد کی سی ہے جسے ادیب جس طرح چاہتا ہے اپنے تصرف میں لاتا ہے۔'' [10]

ویلک اور ویرن کے نزدیک اسلوبیات کے لیے لسانیات کی سمجھ بوجھ ہونا ضروری ہے۔مرزا خلیل احمد بیگ اصوات، آہنگ اور اسلوب کے حوالے سے بات کرتے ہوئے ویلک اور ویرن کے نظریات کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ویلک اور ویرن نے Theory of Literature (نیویارک1949) کے آخری چند اَبواب میں خوش آوازی(euphony) ، وزن و آہنگ، عروض ، اسلوب اور اسلوبیات، پیکر ، استعارہ علامت اور اسطور سے بحث کی ہے۔''[11]

اس کتاب میں انھوں نے بتایا کہ اسلوبیات کے حوالے سے زیادہ تر بات 1950کے بعد ہونا شروع ہوئی۔ اس حوالے سے وائٹ ہال، رابرٹ ہِل،بلوم فیلڈ، زیلگ ہیرس، ہنری لی اسمتھ، روجر فاؤلر، لیون،چارلز فریز ، پروفیسر ہیرلڈ وائٹ،پروفیسر آرکی بالڈاے.ہِل ،جان ہولینڈر، ٹامس اے سیبیوک، ڈیل ہائمز،سال سپورٹا، رونلڈ بارتھیز، رچرڈ اوہن، اسٹیفن المن، نوام چومسکی،سیموئل آر لین،نلز ایرک انکوسٹ، ایم. اے. کے. ہیلڈے، میکنٹوش، سیمورچٹمن،رچرڈ سئیس، ڈیوڈ کرسٹل،ڈیرک ڈیوی،مڈلٹن مرے، لوکس کی، ہربرٹ ریڈ،جارج اے ملر، جیوفری لیچ جیسے ماہرین اسلوبیات کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔

پروفیسر خلیل احمد بیگ نے اردو میں لسانیات کے آغاز کو خان آرزو(1689 -1756)سے شمار کیا ہے۔اس حوالے سے انھوں نے جو نام گنوائے ہیں ان میں انشاء اللہ خاں انشاءؔ، سرسیداحمد خاں، وحیدالدین سلیم، مولوی عبدالحق، حافظ محمود شیرانی، ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور، دتاتریہ کیفی، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، پروفیسر عبدالقادر سروری، پروفیسر مسعود حسین رضوی ادیب، پروفیسر احتشام حسین، ڈاکٹر شوکت سبزواری، ڈاکٹر گیان چند، ڈاکٹرگوپی چند نارنگ، ڈاکٹرمغنی تبسم، ڈاکٹر

فہمیدہ بیگم،ڈاکٹر میمونہ دلوی، ڈاکٹرعبدالستار دلوی، ڈاکٹرحامداللہ ندوی، ڈاکٹرعصمت جاوید، شمس الرحمن فاروقی، ڈاکٹرشمیم احمد کے نام بطور خاص اہمیت کے حامل ہیں جنھوں نے قواعد، لسانیات یا اسلوبیات کے حوالے سے اُردو میں کام کیا۔

اس کتاب کا دوسرا حصہ "شعری اسلوب کا صوتیاتی مطالعہ" کے عنوان سے ہے۔اس حصہ میں ایک ہی عنوان"تنہائی" کے موضوع پر لکھی گئی اقبال اور فیض کی دو نظموں کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

اس حصہ میں پروفیسر خلیل احمد بیگ نے مصوتوں اور مصمتوں کی ترتیب وتشکیل کے حوالے سے بات کی ہے۔

ان کے خیال میں جس آواز کی جتنی زیادہ تکرار ہوگی اتنے ہی زیادہ معنی اس میں پنہاں ہوں گے۔(12)

شاعری کے تاثر کے حوالے سے اور خوش آہنگی کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہتے ہیں:

’’کسی فن پارے میں کسی مخصوص آواز (یا آوازوں) کی قلت یا کثرت کا انحصار اس فن پارے کے موڈ (mood) اور مجموعی تاثر پر ہوتا ہے۔‘‘(13)

اس حوالے سے انھوں نے انفی مصمتوں اورانفیائے گئے مصوتوں کی اہمیت کا ذکر بھی کیا ہے۔شاعری میں موسیقیت کا دارومدار انھیں آوازوں پر ہوتا ہے۔ بقول مسعود حسین خاں:

’’موسیقی کی بنیاد مسموع آوازوں بالخصوص حروف علت پر ہوتی ہے۔گلے کے پردوں کے زیروبم میں تمام راگوں کے امکانات پوشیدہ ہوتے ہیں۔‘‘ (14)

اسی لیے غزل کو موسیقی سے قریب سمجھا جاتا ہے اور جس غزل کے شعروں میں حروف علت زیادہ ہوتے ہیں وہ اتنی ہی موسیقی سے قریب ہوتی ہے۔انھوں نے طویل مصوتوں اور مختصر مصوتوں کے استعمال پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

’’میر یا فانی کی رنج والم اور حزن ویاس میں ڈوبی ہوئی غزلوں کا اگر صوتیاتی تجزیہ کیا جائے تو ان میں ایسے مصوتے بکثرت ملیں گے جو طویل ہوں ۔مثلاً میر کے اس شعر کو لیجئے جس میں طویل مصوتوں کے چھینٹے جا بجا نظر آتے ہیں:

سرہانے میر کے آہستہ بولو
ابھی ٹک روتے روتے سوگیا ہے
(میر)

دلِ فانی کی تباہی کو نہ پوچھ
المِ متناہی کو نہ پوچھ
(فانی)(15)

میرکی شاعری میں طویل حروفِ علت(ا-و-ی) کااستعمال زیادہ ملتا ہے۔

پروفیسر خلیل احمد بیگ نے طویل اور مختصر مصوتوں کا ذکر کرنے کے بعد فیض کی نظم تنہائی میں مصمتوں کے حوالے سے بندشی ، انفی، پہلوئی، ارتعاشی، تھپک دار،صفیری مصمتوں کا تجزیہ کیا ہے۔ پھر نیم مصوتے، انفیائے مصوتے، کثیرالاستعمال مصمتے، کثیرالاستعمال مصوتے گنوائے ہیں۔صوتیاتی تحریر میں انھیں اس طرح ظاہر کیا ہے:

ا	گ	ئے	آ	یں	ہ	ئ	ن	ئی	و	ک
a	g	e	a	i	h	a	n	i	o	k
(32)	(8)	(12)	(32)	(5)	()	(31)	(11)	(9)	(12)	(17)

اسی طرح انھوں نے اقبال کی نظم"تنہائی" کا صوتی تجزیہ کیا ہے۔اور صوتی تنظیم کے حوالے سے یوں چارٹ بنایا ہے:

ب	-	ش	-	ی	ئ	ا	ہ	ن	ئ	ت

b a s e y i a h n a t
(2) (24) (7) (16) (10) (6) (7) (12) (11) (24) (14)

'تنہائی شب' میں سب سے زیادہ غالب مصمتے /ت/اور/ہ/ہیں۔اس کے علاوہ دوسری کثیرالاستعمال آوازیں /ن/ی/اور /ش/بھی اس میں شامل ہیں۔ [16]

پروفیسر خلیل احمد بیگ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں:

"فیض اور اقبال کی ان نظموں کے تجزیے سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ آواز کا معنی سے گہرا رشتہ ہوتا ہوتا ہے۔"[17]

انھوں نے ان دونوں نظموں کی مختلف آوازوں :کوزی، بندشی، نفیری، انفی، مسموع، غیر مسموع، ہکاری کے حوالے سے تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اس میں شک نہیں کہ آوازوں کی مخصوص تنظیم،مخصوص آوازوں کے ا ستعمال اور ان کی کثرت یا قلت سے نظم کی صوتی ہئیت پر گہرا اَثر پڑتا ہے۔"[18]

صوتی تجزیہ نظم کے موڈ اور اس کے شعری تاثر کو سمجھنے اور اس کے مقام کاتعین کرنے میں بڑی حد تک مددیتا ہے۔

تیسرا حصہ رشید احمد صدیقی کا اسلوب(مرکبات عطفی کا مطالعہ وتجزیہ)کے عنوان سے ہے۔اس حصہ میں انھوں نے بتایا ہے کہ رشید احمد صدیقی نے ترادفی اور عطفی مرکبات کا استعمال زیادہ کیا ہے۔اس حوالے سے نئے نئے مرکبات بھی استعمال کیے ہیں۔

رشید احمد صدیقی کے اسلوب کے حوالے سے مرکب عطفی کی جو مثالیں وہ سامنے لائے ہیں ان میں حرکت وحرارت، زمینی وزمانی، جلال وجمال، شوکت وشہرت، صحیح وصالح، قوت وقدرت، کوفت وکلفت، معطل ومعزول، مشیت ومصلحت، محنت ومحبت ،متعلقین ومتوسلین، اعزا ء واقربا،تنقیح وتوضیح، تفسیر وتعبیر، تمنا وتماشا، اسی طرح پہلا جز جس آواز پہ ختم ہوتا ہے دوسرا جز حرف عطف کے بعد اسی آواز سے شروع ہوتا ہے۔مثلاً دارورسن، جام ومینا، اسرار ورموز، وغیرہ کی مثالیں ملتی ہیں۔

اسی طرح انھوں نے مرکبات کے دونوں اجزا کو مترادف لے کر ترادفی مرکبات استعمال کیے مثلاًامین ومحافظ، خفیہ وخوابیدہ، مسلسل ومدام، ماخذو منبع، اظہارواعلان، نگران ونگہبان وغیرہ۔مترادف الفاظ مل کر شدت اور زور پیدا کرتے ہیں جس سے جملے میں صوتی خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔

اس میں مرزا خلیل احمد بیگ نے رشید احمد صدیقی کی تحریروں سے مختلف اقتباسات دے کر ان کا تجزیہ پیش کیا ہے اور نتائج پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"صوتی، صرفی ،نحوی اور معنیاتی نقطۂ نظر سے ان کا مطالعہ وتجزیہ انتہائی دلچسپ ہے اس اسلوب کو ہم بجا طور پر رشید صاحب کا ایک مخصوص ومنفرد لسانی اُ سلوب کہہ سکتے ہیں۔"[19]

چوتھا حصہ "اختر انصاری کی طویل نظم "وقت کی بانہوں میں" (ایک اسلوبیاتی مطالعہ)" کے عنوان سے ہے۔

یہ نظم 1979ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔اس نظم میں چار چار مصرعوں کے 47پائے جاتے ہیں۔اس نظم میں مصوتوں اور مصمتوں کی ایک خاص ترتیب اور تنظیم پائی جاتی ہے۔ یہاں اس نظم کا صوتیاتی سطح پر اسلوبیاتی جائزہ پیش کیا گیاہے۔

مرزا خلیل احمد بیگ نے اسلوبیاتی مطالعے کو ساختیاتی مطالعے کا دوسرا نام کہا ہے جس مینخصوصی توجہ زبان وبیان، طرزِ ادا اَور ہئیت ساخت پر دی جاتی ہے۔

مختلف لسانی اصوات کافی حد تک بہ ذاتِ خود اپنے مفہوم کی عکاسی کرتی ہیں یعنی ان اصوات اور ان کے معنی ومفہوم کے درمیان ایک طرح کا فطری ارتباط اور ایک خاموش قسم کاassociation پایاجاتا ہے جس کی پہلی اہم وجہ عضویاتی یا صوتیاتی ہے اور دوسری وجہ سماجی وتہذیبی اور تاریخی ہے۔[20]

مرزا خلیل احمد بیگ زبان کی اصوات کے بارے میں لکھتے ہیں:

"زبان کی اصوات بہ ذاتِ خود معانی کے اظہار اور مفہوم کی ادائیگی کا کام انجام دیتی ہیں ۔ ان آوازوں کی محض سماعت ہی سے ذہن فوراً مفہوم کی جانب منتقل ہوجاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان آوازوں میں معنی ومفہوم کی گونج (echo) سنائی دیتی ہے۔" (21)

انھوں نے اس نظم کے تکراری مصرع

ع ابھی کچھ اور جی لیتا ابھی کچھ اور جی لیتا

کے بعد

ع مجھے جینا نہیں آیا مجھے جینا نہیں آیا

کو کلیدی مصرع قرار دیتے ہوئے اسے اس نظم کا بہترین مصرع تصور کیا ہے۔

اس نظم میں مرزا خلیل احمد بیگ نے ہر مصرعے کا مصوتوں اور مصمتوں کے حوالے سے تجزیہ کیا ہے۔اس کے علاوہ قافیوں اور ردیفوں کی اصوات پر بھی توجہ مرکوز کی ہے۔

پانچواں حصہ "فیض کی شعری اسلوبیات(تسلسلِ بیان اور معنیاتی وحدت)'کے عنوان سے ہے ۔شعر کے دو مصرعوں کے درمیان تعلق پر بات کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"کسی شعر کے دونوں مصرعوں کے درمیان لسانیاتی رشتہ ہی وہ بنیاد ہے جو دونوں مصرعوں کے مفہوم کو مربوط کرکے ہم تک پہنچاتا ہے۔ ان کے درمیان باہمی ربط کا انحصار معنیاتی سطح (semantic level)پر نہیں بلکہ زبان کی دوسری سطحوں پر بھی ہوتا ہے۔"(22)

اس حوالے سے انھوں نے قواعدی ربط: ضمیر اشارہ، ضمیر موصولہ ،فاعل ومفعول، فعل مفعول، تمیز متعلق فعل، حروف عطف کا جائزہ لیا ہے۔ اس کے بعد لغوی ربط کے حوالے سے اسم کی تکرار، ضمیر کی تکرار، فعل کی تکرار، تمیز کی تکرار، حرف کی تکرارکو دیکھا ہے۔ معنیاتی ربط میں تضاد، تناسب،تصریف واشتقاق کا بھی تجزیہ کیا ہے۔

چھٹا حصہ "اُسلوبیات(ادبی مطالعہ وتنقید کی ایک نئی جہت)" کے عنوان سے ہے۔اس ضمن میں انھوں نے اسلوبیات کو اطلاقی لسانیات کی شاخ قرار دیا۔ اس میں انھوں نے لسانیات کے دو زاویوں کی بات کی۔ تاریخی اور توضیحی لسانیات۔تاریخی لسانیات میں کسی زبان کی عہد بہ عہد تبدیلیوں اور ارتقا سے بحث کی جاتی ہے۔ وہ توضیحی لسانیات کی پانچ سطحوں کی بات کرتے ہیں:

"صوتیات ، علم الاصوات،صرفیات، نحویات اور معنیات ۔"(23)

صوتیات، تکلمی آوازوں کی ادائیگی، ترسیل واستماع، اور ان کی درجہ بندی کا علم ہے۔ علم الاصوات کسی مخصوص زبان کی بامعنی آوازوں کے مطالعے کا نام ہے ۔ صرفیات میں الفاظ کی تشکیل وتعمیر سے بحث کی جاتی ہے اور نحویات میں الفاظ کے باہمی رشتوں اور جملوں کی ترتیب وتشکیل پر غور کیا جاتا ہے۔معنیات معنی کے مطالعے کو کہتے ہیں جہاں تک علمِ اسلوبیات کا تعلق ہے یہ نہ تو تاریخی وتقابلی لسانیات کے ضمن میں آتا ہے اور نہ ہی توضیحی لسانیات کا جزو ہے۔ تاریخی اور توضیحی لسانیات کے علاوہ لسانیات کی ایک اور شاخ بھی ہے جسے اطلاقی لسانیات کہتے ہیں ۔اطلاقی لسانیات میں علمِ لسانیات کا اطلاق دوسرے علوم وفنون پر کیا جاتا ہے۔(24)

اس حصہ میں غالب ، میر انیس، اقبال کی شاعری کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلوبیاتی تجزیہ کیا گیاہے۔

ساتواں حصہ "اُسلوب (تعریف، توضیح اور تشکیل)" کے عنوان سے ہے ۔اس میں مرزا خلیل احمد بیگ نے اُسلوب کی مختلف تعریفیں بیان کی ہیں۔اسلوب کے حوالے سے انگریزی، فرانسیسی، اطالوی، امریکی اور اردو ادیبوں اور دانش وروں کی تعریفیں بیان کی ہیں۔فرانسیسی مصنف بفون، انگریزی ادیب سوئفٹ، امریکی انشا پرداز ایمرسن، جرمنی فلسفی شوپنہار،اطالوی مدبر کروچے، انگریزی نقاد مڈلٹن مَرے، انگریزی نقاد لوکس، سلیڈ، چٹمن، گرے، گراہم ہف، ڈرائیڈن، کلینتھ، بروکس، رابرٹ پین وارن، انکوسٹ، ہاکٹ، پروفیسر آل احمد سرور،کی تعریفیں پیش کی گئی ہیں۔

اس حصے میں مرزا خلیل احمد بیگ نے میر،غالب، میر انیس، مرزا دبیر، مولانا ابوالکلام آزادکے اشعار کی مدد سے اسلوب کو سمجھانے کی کوشش کی ہےـصوتی حوالے سے انہوں نے چند مصمتوں کی مثال دی ہے جو کہ درج ذیل ہے:

"مصمتے: سفید/ سپید (ف / پ) ، شلجم / شلغم (ج / غ) ، نکہت/ نگہت (ک / گ) ، بادشاہ/ پادشاہ (ب/ پ) ، استاد / استاذ (د / ذ) ، ابرق / ابرک (ق / ک)، قمیص / قمیض (ص/ض)، تریاق/ تریاک(ق/ک)، کونسل/قونصل (ک/ ق)، بید/ بیت(د / ت) ، نمبر / لمبر (ن / ل)۔"(25)

اس کے علاوہ قواعدی:مرکب توصیفی، مرکب عددی،تمیز،متبادل اظہارات،انحراف کے حوالے سے بات کی ہے۔

صوتی، لغوی،معنوی،نارم کے حوالے سے بھی بات کی ہے۔آخر میں جدت الفاظ ، نئے تلازمات اور پیرایۂ بیان کے نئے لسانی سانچوں کے حوالے سے درج ذیل مثالوں سے اسلوب کی وضاحت کی ہے:

زمیں پہ پانو دھرا تو زمیں چلنے لگی (شکیب جلالی)
چھت پہ پگھل کے جم گئی خوابوں کی چاندنی (عادل منصوری)
جسم پگھلی ہوئی آگ میں غسل کرنے لگی (شہریار)
میرے کمرے کو ہنسی آئے گی تھوڑی دیر میں (پرکاش فکری)
ذہن میں کچھ نئے سوال اگا (صادق)
اپنی آواز سے کرتے چلو سیراب مجھے (شہاب جعفری)
دیر تک چاند سوچا کیا (عزیز تمنائی)
یہ پیڑ دھوپ میں نہائیں جو ابر چھٹ جائے (راشد متین)
خواب بھی کھیتوں کے نیلے ہوگئے (منیر سیفی)
رات کے ہاتھ مرے جسم کو سہلاتے ہیں (وصیف تبسم)
زندگی معکوستے ہیں (احمد سورقی)
شب کو اجالنے کا ہنر (گلزار بخاری)
پت جھڑ!تو نے کس کس کو حیران کیا ہے (ابن انشا)
دھوپ ، پیڑ کے پاس تھکی لیٹی ہے (اقر مہدی)(26)

اس میں کوئی شک نہیں کہ جملے میں نیا پن اور نیا انداز اسلوب کے امکانات کو روشن کرتا ہے۔

"نئے جملے بنانا اور جملوں کے نئے انداز پیدا کرنے کی صلاحیت زبان پر قدرت کی بہت اہم خصوصیت ہے۔'' (27)

آخر میں مرزا خلیل احمد بیگ نے اشخاص کے حوالے سے اشاریہ بھی ترتیب دیا ہے۔ جس کی وجہ سے قارئین کو اس کتاب میں اپنے مطلوبہ مواد کی تلاش میں آسانی ہوگی۔

اشاریہ کے بعد مصنف کے بارے میں ضروری معلومات بھی بہم پہنچائی گئی ہیں۔جن کے مطابق مصنف 1945میں گورکھ پور میں پیدا ہوئے۔"شمالی ہند کی اردو کی تاریخی قواعد"پر مقالہ لکھ کر انہوں نے مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ سے لسانیات میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔1973میں وہ شعبہ لسانیات میں لیکچرر تعینات ہوگئے۔

یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے تحقیقی اور معلوماتی حوالے سے اہمیت کی حامل ہے۔اردو زبان میں اسلوب اور اسلوبیات کی جب بھی بحث کی جائے گی یہ کتاب بنیادی ماخذ کے طور پر اپنی اہمیت کے پیش نظر قارئین اور محققین کے پیشِ نظر رہے گی۔

جس طرح انہوں نے اس کتاب میں اسلوب اور اسلوبیاتی حوالے سے مختلف مباحث ، تعریفیں اور عملی نمونے پیش کیے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔یہ کتاب اظہارو بیان ،اسلوب اور اسلوبیات کے باب میں ایک گرانقدر اضافہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ خلیل احمد بیگ'مرزا، ادبی تنقید کے لسانی مضمرات، لاہور، بک ٹاک، 2018ء،ص131

۲۔ محمد علی صدیقی 'ڈاکٹر، نشانات،کراچی ادارہ عصر نو، 1981ء، ص131

۳۔ پیش لفظ از مسعود حسین خاں، مشمولہ زبان اسلوب اور اسلوبیات، علی گڑھ ، ادارہ زبان واسلوب،پہلا ایڈیشن, 1983ء،ص7

۴۔ پیش لفظ ،ص8،7

۵۔ پیش لفظ از مسعود حسین خاں، مشمولہ زبان اسلوب اور اسلوبیات،علی گڑھ ، ادارہ زبان واسلوب،ص8

۶۔ خلیل احمد بیگ 'مرزا،زبان اسلوب اور اسلوبیات، علی گڑھ ، ادارہ زبان واسلوب،پہلا ایڈیشن, 1983ص13, 14

۷۔ ایضاً، ص15

۸۔ گوپی چند نارنگ، ادبی تنقید اور اسلوبیات،لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، 1991ء،ص15

۹۔ خلیل احمد بیگ 'مرزا،زبان اسلوب اور اسلوبیات،ص99

۱۰۔ ایضاً،ص20

۱۱۔ ایضاً،ص21

۱۲۔ ایضاً،ص44

۱۳۔ ایضاً،ص45

۱۴۔ مسعود حسین خاں، مطالعۂ شعر ـصوتیاتی نقطۂ نظر سے مشمولہ شعروزبان، حیدرآباد ،1966،ص26

۱۵۔ خلیل احمد بیگ 'مرزا،زبان اسلوب اور اسلوبیات،ص49, 50

۱۶۔ ایضاً،ص63

۱۷۔ ایضاً،ص65

۱۸۔ ایضاً،ص68

۱۹۔ ایضاً،ص97

۲۰۔ ایضاً،ص101

۲۱۔ ایضاً،ص102

۲۲۔ ایضاً،ص131

۲۳۔ ایضاً،ص138

۲۴۔ ایضاً،ص138, 139

۲۵۔ ایضاً،ص171

۲۶۔ ایضاً، ص183, 184

۲۷۔ ایچ اے گلیسن، توضیحی لسانیات، مترجمہ عتیق احمد صدیقی، نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دوسرا ایڈیشن 2002ء ،ص235